نجات چاہیئے
تو
خرچ کرو

استاذہ نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نجات چاہیے تو خرچ کرو

استاذہ نگہت ہاشمی

نجات چاہئے تو خرچ کرو

استاذہ نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں

نام کتاب : نجات چاہئے تو خرچ کرو
مصنفہ : نگہت ہاشمی
طبع اوّل : مئی 2007ء
تعداد : 2100
ناشر : النور انٹرنیشنل
لاہور : 98/CII گلبرگ III فون 042-7060578-7060579
فیصل آباد : 103 سعید کالونی نمبر 1، کینال روڈ، فون : 041 - 872 1851
بہاولپور : 7A عزیز بھٹی روڈ، ماڈل ٹاؤن اے، فون : 062 - 2875199
2885199، فیکس : 062 - 2888245
ملتان : 888/G/1، بالمقابل پروفیسرز اکیڈمی، بوسن روڈ، گلگشت
فون: 061 - 6220551, 6223646
ای میل : alnoorint@hotmail.com
ویب سائٹ : www.alnoorpk.com
النور کی پراڈکٹس حاصل کرنے کے لیے رابطہ کریں:
مومن کمیونیکیشنز 48-B کرین مارکیٹ بہاولپور
فون 062 - 2888245
قیمت : روپے

ابتدائیہ

انسان فطرتاً کامیابی پسند کرتا ہے۔ ناکامی نہ تو وہ پسند کرتا ہے اور نہ وہ ناکام ہونا چاہتا ہے۔ دنیا میں انسان ناکامی سے بچنے کے لیے کیا کچھ نہیں کرتا۔ وہ وقت لگاتا ہے، آرام قربان کرتا ہے، وہ نیند کی قربانی دیتا ہے، وہ مال لگاتا ہے حتیٰ کہ کبھی اسے اپنے مقصد کے حصول کے لیے سب سے کٹ کر کچھ وقت یا کچھ عرصے کے لیے گوشہ نشین ہونا پڑے تو وہ یہ تنہائی، گوشہ نشینی بھی برداشت کرلیتا ہے تاکہ کامیاب ہوجائے، تاکہ ناکامی سے بچ جائے، کسی طرح نجات پاجائے۔ عام طور پر انسان کے ذہن میں کامیابی اور ناکامی کا بڑا محدود تصور ہوتا ہے۔ وہ دنیا کی کامیابیوں کو ہی اصل کامیابی سمجھ لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کے ذہنی اُفق کو وسیع کیا ہے۔ اُسے ایک ایسے دن کا تصور دلایا ہے جو اس زندگی کے بعد آئے گا، جو ہمیشہ کی زندگی کے لیے فیصلہ کن دن ہوگا، جس دن نہ تجارت ہوگی نہ دوستی کام آئے گی نہ سفارش۔ انسان کو حشر کے اُس منظر میں لے جا کر اُس کی تکلیف کا احساس دلایا ہے کہ تم بے یارومددگار، یکہ وتنہا رہ جاؤ گے۔ تم سے زیادہ کوئی مدد کا مستحق نہیں ہوگا لیکن تمہارے پاس تمہاری نجات کے لیے ایسا کچھ نہ ہوگا جس سے تم بچ جاؤ۔ انسانی شعور کو اس سفر کے بعد دوبارہ اُس کے حال میں واپس لاکر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''خرچ کرلو''۔

آج مال لگاؤ گے تو کل بچ جاؤ گے۔

آج صدقہ کرو گے تو کل نجات پاؤ گے۔

آج محنت کرو گے تو

کل تمہارا صدقہ تمہارے لیے سایہ بن جائے گا۔

خرچ کر لو نجات پا جاؤ گے۔

نگہت ہاشمی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ؕ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (254)

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اُن چیزوں میں سے خرچ کرو جو رزق ہم نے تمہیں دیا ہے قبل اس کے کہ وہ دن آئے جس میں نہ خرید وفروخت ہوگی نہ دوستی چلے گی نہ سفارش ہوگی اور کافر ہی ظلم کرنے والے ہیں“۔

دیکھئے گا پہلی توجہ طلب چیز ہے انفاق۔

دوسری طرف یہ concept ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ

”اس میں سے خرچ کرتے ہیں جو رزق ہم نے تمہیں دیا ہے“۔

تیسری چیز ہے:

مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ

”قبل اس کے کہ وہ دن آئے جس دن نہ خرید وفروخت فائدہ دے گی“۔

یعنی ایک ہولناک دن کے آنے سے پہلے۔

چوتھی چیز ہے:

وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (254)

''انکار کرنے والے ہی دراصل ظلم کرنے والے ہیں''۔

پہلی چیز دیکھیں گے کہ انفاق سے کیا مراد ہے؟ انفاق سے مراد اپنے آپ کو، اپنے مال کو، اپنے وسائل کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا ہے۔ انفاق سے مراد ہے مصلحتوں کی قربانی دینا۔ انفاق مصلحتوں کی قربانی دے کر دین کی طرف بڑھنے کا نام ہے۔ اسلام کو اختیار کرنے کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! خرچ کرو''۔

اسلام کو انفاق کی قیمت پر اختیار کرنا ہے۔ آپ نے اسلام قبول کرنا ہے تو آپ کو اپنا مال لگانا ہے اور آپ جانتے ہیں کہ انسان کو مال بے حد عزیز ہے۔ مال کی محبت کو کیوں کاٹا جا رہا ہے؟ کیوں انسان کے دل سے مال کی محبت ختم کرنی مطلوب ہے؟ اس وجہ سے کہ ایک دل میں دو محبتیں نہیں سما سکتیں۔ یا تو انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت رہتی ہے یا دنیا کی محبت رہتی ہے تو دنیا کی محبت کو ختم کرنے کے لیے مسلسل اور مستقل انفاق کرنے کا حکم دیا گیا۔ اسلام لا کر انفاق کرنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان اسلام کے معاملے میں clear ہو، اسلام کے معاملے میں سنجیدہ ہو۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے اس سنجیدگی کا انسان کو کیا فائدہ نصیب ہوتا ہے جس کے لیے ایمان کے فوراً بعد انفاق کا حکم دیا گیا؟

اسلام کے معاملے میں سنجیدہ ہونے کی وجہ سے اسلام کے راز انسان پر کھلنے شروع ہو جاتے ہیں secrets open ہو جاتے ہیں، وہ چیزیں جو انسان باہر سے نہیں دیکھ سکتا، اندازہ نہیں لگا سکتا، اسلام کے آنے سے وہ سب چیزیں واضح ہو جاتی ہیں۔ پھر آپ یہ دیکھیں کہ سنجیدگی کی وجہ سے انسان اور اس کے مقصد میں سچا تعلق پیدا ہوتا ہے۔ انسان جتنا

بھی مقصد کا شعور رکھتا ہو مقصد کو اپنا نہیں سکتا۔ انفاق کیے بغیر آپ اس مقصد کو اختیار نہیں کر سکتے جو ہماری زندگی کا مقصد ہے، جو رسولوں نے ہمیں ہماری زندگی کا مقصد بتایا ہے۔ انفاق کی وجہ سے انسان Committed ہوتا ہے، انفاق کی وجہ سے انسان خیر خواہ بنتا ہے۔ sencerity and humility with Allah، اخلاص اللہ تعالیٰ کے ساتھ بھی اور پوری انسانیت کے ساتھ بھی۔ حقیقت یہ ہے کہ انفاق کی وجہ سے سب سے پہلے انسان اپنی ذات کے ساتھ خیر خواہی برتتا ہے، اپنی ذات کے لیے مخلص ہو جاتا ہے۔

اسلام کے ساتھ جب انسان خیر خواہ ہو جاتا ہے، سنجیدہ ہو جاتا ہے تو اس کی وجہ سے انسان کے سامنے مقصد کے سارے پہلو واضح رہتے ہیں۔ عام طور پر لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ لوگوں کو دین کی سمجھ کیوں نہیں آتی ؟ صرف نماز روزے کو دین کیوں سمجھتے ہیں؟ صرف چند چیزوں تک دین کو کیوں محدود رکھتے ہیں؟ اصل بات یہ ہے کہ خیر خواہی نہیں ہے، مقصد کو نہیں سمجھا، مقصد کے ساتھ Committment نہیں ہوئی اس لیے اسلام کے راستے نہیں سوچے۔ اسلام جو کچھ چاہتا ہے وہ چیزیں انسان پر روشن بھی نہیں ہوتیں اور انسان کا تصور جب محدود ہو جاتا ہے، ایسے ہی جیسے یوں سمجھئے کہ آپ نے یہاں سے بار جھانکنا ہو تو، ہم اس کو physically assume کر کے دیکھ سکتے ہیں جیسے ایک تو یہ طریقہ کار ہے باہر جا کے ماحول کا مشاہدہ کرنے کا کہ آپ Open air سب کچھ دیکھیں کہ اس وقت موسم کیسا ہے؟ اور یہ بھی کہ یعنی روشنی اور حرارت کی کیا کیفیت ہے؟ اسی طرح باہر کے ماحول کے حوالے سے انسان بہت طرح کی چیزیں observe کرتا ہے، اس وقت پرندوں کی کیا صورتِ حال ہے اور اگر اس وقت باہر نکلیں تو انسانوں کی کیا صورت ہوتی ہے؟ اور بھی بہت کچھ۔ ایک ہے کھڑکی سے دیکھنا اور ایک یہ صورت ہے کہ چھوٹی سی جھری سے جھانک لینا۔ جو انسان چھوٹی سی جھری سے جھانک رہا ہے اس پر اسلام کیسے کھلے گا؟ اسے تو ایک مخصوص

angle ہی دکھائی دے گا۔بس اتنا سا اسلام ہی وہ لے لیتا ہے، پھر اسی کو پورا اسلام سمجھ لیتا ہے تو اسلام کو صرف جھری سے نہیں دیکھنا، رب العزت کہتے ہیں:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً (البقرہ:208)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ''۔

یہ پورا داخلہ انفاق کی بنیاد پر ہوتا ہے۔انفاق کے بغیر انسان کا داخلہ ممکن نہیں ہوتا اور یاد رکھیۓ گا انسان کا محض مال مطلوب نہیں ہے، انسان کا ایمان مطلوب ہے۔مال بھی چاہیے، صلاحیت بھی چاہیے، وقت بھی چاہیے، پوری زندگی چاہیے۔اللہ تعالیٰ تو فرماتے ہیں:

اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ

''اس میں سے دے دو جو ہم نے تمہیں رزق دیا ہے''۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تمہارا ہے ہی کب کہ تم سے چاہ رہے ہیں؟ وہ تمہارا ہے ہی نہیں۔دیا ہم نے ہے، مانگ بھی ہم ہی رہے ہیں اور سارا نہیں مانگ رہے۔

اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ

''جو ہم نے تمہیں رزق دیا ہے اس میں سے کچھ حصہ دے دو''۔

کچھ تو لوٹاؤ!

کچھ وقت لگاؤ!

کچھ صلاحیتیں لگاؤ!

کچھ قوتیں لگاؤ!

کچھ مال لگاؤ!

کچھ رشتے تعلقات لگاؤ!

کچھ کرو تو سہی۔

انفاق کی بنیاد پر انسان سب کچھ کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق انفاق کی بنیاد پر بنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جب انسان خرچ کرتا ہے تو اُس کی محبت حاصل کرتا ہے۔ یہ ایک احساس ہے، یہ ایک پہچان ہے، یہ ایک تعلق ہے، یہ Reality touch ہے۔ یوں انسان اپنے ربّ کی ذات کو محسوس کرتا ہے اور حقیقی خوشی سے اپنے ربّ کو پالیتا ہے۔

انفاق کر کے اپنی satisfaction سے انسان اپنے ربّ کو پالیتا ہے۔ انفاق کی وجہ سے انسان کو سچی خوشی نصیب ہوتی ہے۔ انسان صدقہ نہ کرے تو اس کی اللہ تعالیٰ سے ملاقات نہیں ہوتی۔ صدقے سے یہ ملاقات ہوتی ہے۔ صدقے سے تعلق بنتا ہے۔ صدقہ کر کے انسان کو ایسی روشنی ملتی ہے جس میں وہ کبھی بھٹکتا نہیں ہے اور جنت تک پہنچ جاتا ہے۔ اسی لیے نبی ﷺ نے فرمایا کہ ہر شخص اپنے صدقے کے سائے تلے رہے گا۔

جس نے صدقے کے سائے تلے زندگی بسر کی ہوگی اسے صدقے کا سایہ مل جائے گا۔ جس کو جتنا سایہ چاہیے وہ اتنے بڑے صدقے کی تیاری کر لے۔ زندگی کی حقیقت یہی ہے۔ دیکھئے دنیا میں اصول نہیں ہے !Give and take تو دیکھئے اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ آپ روحانی طور پر جن محسوسات کے لیے تڑپتے ہو، آپ جو تعلق بنانا چاہتے ہو وہ تعلق آپ کے ارادے سے، آپ کے عمل سے بنے گا۔

انسان کام باہر کرتا ہے اور اس کے اثرات انسان کے اندر مرتب ہوتے ہیں۔ باہر سے کرنے والا کام کیا ہے؟ انسان کے پاس جو کچھ ہے اسے ربّ کے راستے میں لگانا شروع کر دے۔ دل کے تعلق کے بغیر انسان لگا نہیں سکتا۔ انسان سوچتا ہے، اس کے ہر ہر پہلو کا جائزہ لیتا ہے، نفع و نقصان کو analyse کرتا ہے اور پھر اس نفع کو محسوس کر کے خرچ کرتا ہے۔

دنیا میں تو جو انسان خرچ کرتا ہے وہ سب کچھ consume کر رہا ہے لیکن جو کچھ انسان اپنے ربّ کے راستے میں لگاتا ہے وہ Investment ہے، اس کا کئی گنا انسان کو

ملنے والا ہے۔ سات سو گنا یا کئی گنا یا کروڑوں گنا یا شاید وہ ہماری گنتی میں آتا ہی نہیں اتنے گنا، جتنی زیادہ نیت خالص کرلو اُتنا زیادہ۔ جو انسان اس Reality کو پالیتا ہے کہ میرا کیا ہوا صدقہ ضائع نہیں جائے گا اور جب وہ اس Reality کو touch کرتا ہے تب اسے اللہ تعالیٰ کا تعلق ملتا ہے۔

جیسے انفاق کرنے کے فوائد ہیں ایسے ہی انفاق نہ کرنے کے نقصانات بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہ کرنے والا ہمیشہ اندھیرے میں رہتا ہے۔ جانتے ہیں یہ اندھیرے کون سے ہوتے ہیں؟ خواہش پرستی کے اندھیرے، نفس پرستی کے اندھیرے، کفر، شرک اور گمراہی کے اندھیرے۔ انسان تاریکیوں میں زندگی بسر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہ کرنے والے انسان کو شیطان اپنے فقر سے ڈراتا ہے۔ اللہ ربّ العزت قرآنِ حکیم میں آگاہ کرتے ہیں:

اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ وَیَاْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَآءِ ج وَاللّٰہُ یَعِدُکُمْ مَّغْفِرَۃً مِّنْہُ وَفَضْلًا (البقرہ:268)

''شیطان تمہیں فقر سے ڈراتا ہے اور بے حیائی کرنے کا حکم دیتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے فضل و کرم کی امید دلاتا ہے''۔

شیطان انسان کے دل کے اندر گھٹن پیدا کرتا ہے اور یہ گھٹن کیا ہے؟ یہ اندر کی تاریکی ہے۔ یہ ہوس ہے جہاں رُوح کا سانس لینا دشوار ہے۔ یہ شیطان کے بہکاوے کا نتیجہ ہے۔ یہ شیطان کے عمل دخل کی وجہ سے ہے۔ جیسے Reality touch کی وجہ سے اندر روشنی ہو جاتی ہے ناں! ایسے ہی ابلیس کے touch کی وجہ سے اندر اندھیرا ہوتا ہے۔ انسان کا رب سے تعلق کٹ جاتا ہے اور انسان برے کام کرنے شروع کر دیتا ہے جس کی آخری منزل جہنم ہے۔

اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہ کرنے والے کے اندر ایک اور تبدیلی آتی ہے۔آخرت کے معاملے کو وہ سادہ سا معاملہ سمجھ لیتا ہے اور چند ظاہری کاموں کو آخرت کی نجات کے لیے کافی سمجھ لیتا ہے جیسے چند عبادات اور چند نمائشی کام ہیں۔مثال کے طور پر غرباء کے لیے خرچ کرنا یا Charity کے کام کرنا جن کی وجہ سے دنیا میں بڑی واہ واہ ہو جائے۔ان کاموں کی وجہ سے وہ سوچتا ہے کہ اگر میں دنیا میں کامیاب رہا، دنیا میں میری بات بن گئی تو آخرت میں بھی بن جائے گی اور انسان فریب کھا جاتا ہے۔انفاق اس فریب کا پردہ چاک کر دیتا ہے۔انفاق خود فریبی سے بچاتا ہے۔انفاق ابلیس کی تلبیس سے بچاتا ہے۔ایک انسان انفاق کر گزرے تو وہ اس جال سے نکل گیا جو شیطان نے بُنا تھا۔انفاق کرنے کی وجہ سے انسان کو ہمیشہ فائدہ نصیب ہوتا ہے بلکہ انفاق نہ کرنے کا ایک بہت بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ انسان کا نیک کام کرنے کو جی نہیں چاہتا۔نیکیوں سے انسان بچتا پھرتا ہے۔جہاں نیکی کے کام کی دعوت دی جائے دل کے اندر گھٹن آجاتی ہے۔اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان سے صدقہ کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔اگر ہم دیکھیں تو یہ کس نوعیت کی اپیل ہے!

يَآيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡٓا اَنۡفِقُوۡا مِمَّا رَزَقۡنٰكُمۡ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّاۡتِىَ يَوۡمٌ لَّا بَيۡعٌ فِيۡهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ؕ وَالۡكٰفِرُوۡنَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ (254)

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان چیزوں میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمہیں رزق دیا ہے قبل اس کے کہ وہ دن آئے جس دن نہ خرید و فروخت ہو گی نہ دوستی چلے گی نہ سفارش ہی ہو گی“۔

یہ ایک محبت بھری اپیل ہے، یہ دردمندی ہے، یہ اخلاص ہے۔یہ ایک روحانی رابطہ ہے، اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان کا رشتہ ہے۔اپیل یہ ہے کہ جو ہم نے تمہیں عطا کیا ہے اس میں سے ایک حصہ ہمیں لوٹا دو۔آخر ہم ہی دینے والے ہیں، اپنے دیئے ہوئے میں سے ہی

مانگ رہے ہیں۔آپ کیوں پریشان ہو؟ آپ کر سکتے ہو۔آپ نے اگر لیا ہے تو دے دو۔

پھر اللہ تعالیٰ توجہ دلا رہے ہیں کہ ایسے مواقع بار بار نہیں آیا کرتے لہٰذا اگر اب تم نے فائدہ نہ اٹھایا تو آئندہ یہ فائدہ تمہیں نصیب نہیں ہوگا اور حقیقت یہ ہے کہ ایک موقع پر انسان انفاق نہیں کرتا تو آئندہ کے انفاق کے راستے بھی بند ہو جاتے ہیں۔جہاں مٹھی بند کرتا ہے دل بند ہو جاتا ہے، دل کی سختی کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ آخری موقع ہے Last Chance ہے۔اگر اب بھی تم نے فائدہ نہ اٹھایا تو یہ موقع نکل جائے گا پھر کبھی ہاتھ نہیں آئے گا۔

انسان کو اس دنیا میں رہتے ہوئے، اس ماحول میں بیٹھے ہوئے اللہ تعالیٰ کہاں پہنچا دیتے ہیں! ایک ایسے دن میں جو ہیبت ناک ہے، ہولناک ہے جہاں نہ کسی کی سفارش چل رہی ہے، نہ خرید وفروخت کام آرہی ہے، نہ دوستیاں کام آرہی ہیں۔انسان کا دل سہم جاتا ہے۔اس دن کی دہشت کو انسان محسوس کرنے لگ جاتا ہے کہ میرے لیے بچاؤ کا کوئی راستہ نہیں ہے۔حقیقت یہ ہے کہ احساس بہت بڑی دولت ہے کیونکہ اس احساس کی وجہ سے انفاق ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ بتا رہے ہیں کہ آخری چانس ہے، دیکھ لو، کچھ کر سکتے ہو تو کر لو، تمہیں تمہارا انفاق فائدہ دے گا۔انسان آخری چانس کو محسوس کرتے ہوئے اندر سے تھوڑا مضطرب ہو جاتا ہے، تھوڑا ہل جاتا ہے، برف پگھلنے لگتی ہے اور یہ اندر جب پگھلتا ہے ناں انسان کا تو باہر سے تھوڑی سی Motivation بھی کام آجاتی ہے۔اندر بھی پگھل رہا ہے اور باہر سے کوشش ہوتی ہے تو اندر اور پگھل جاتا ہے۔پھر کبھی انسان کے اندر کے احساسات آنسو بن کر بہنے لگتے ہیں اور مال ہاتھ سے نکلتے ہوئے اسے ذرا سی تکلیف بھی نہیں ہوتی کیونکہ اندر نرم ہو چکا۔اللہ تعالیٰ انسان کو توجہ دلاتے ہیں کہ مال جہاں لگا رہے ہو بہت نفع بخش کاروبار ہے۔تم تھوڑا سا لگاؤ گے تو بہت زیادہ پاؤ گے۔اگر اب نہ لگایا تو اس کے بعد نہ

دوستی کام آئے گی، نہ سفارش اور نہ ہی کسی قسم کی سودے بازی ہوگی۔

یوں ہمیں پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انفاق کروانے کے لیے انسان کو ایک دوسری دنیا یعنی مستقبل میں لے جاتے ہیں۔ آپ دیکھیں سائنس دانوں نے ٹائم مشین کا تصور دیا کہ اس کی وجہ سے انسان ماضی میں پہنچ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا دیا گیا تصور اس سے بہت زیادہ ایڈوانس ہے کہ جو ابھی ہوا نہیں، ہونے والا ہے۔ انسان اگر وہاں پہنچ کے اندازہ لگائے گا تو یہ زندگی بدل جائے گی۔ اپنے آپ کو وہاں رکھ کے دیکھو، پھر کیا کرو گے جب تم اکیلے ہو گے، جب کوئی تمہارے کام آنے والا نہیں ہوگا۔ تمہارے پاس کوئی سرمایہ نہیں ہوگا، تمہارا عمل ہی تمہارے کام آنے والا ہوگا۔ یہ بتاؤ کہ اس وقت کیا کرو گے؟ اس وقت کے لیے آج کچھ کرلو۔ جیسے والدین خصوصاً مائیں اپنے بچوں کو سمجھاتی ہیں کہ دیکھو! آج کچھ کرو گے تو کل اپنا کچھ بنالو گے۔ لہٰذا آج پڑھ لو، آج محنت کرلو، آج کوشش کرلو، یہ سب کچھ تمہارے کام آنے والا ہے۔ ستر ماؤں سے بڑھ کر محبت کرنے والے ربّ نے فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ؕ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (254)

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اس میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمہیں رزق دیا ہے، اس دن کے آنے سے پہلے جب کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا، نہ خرید و فروخت کام آئے گی، نہ ہی دوستی چلے گی اور نہ سفارش ہی ہوگی۔ انکار کرنے والے ہی دراصل ظلم کرنے والے ہیں“۔

دیکھو! اب یقین آ گیا، اللہ تعالیٰ نے جو کچھ بتایا تم نے مان لیا، تم ماننے والے ہو۔ کتنی محبت بھری پکار ہے! آسمانوں سے یہ call صدیوں سے آ رہی ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو''!

کتنی محبت ہے اس پکار میں! کسی کا نام نہیں ہے۔ کسی کے خاندان کا، کسی کی نسل کا نام نہیں ہے، کسی کا کوئی رشتہ کوئی تعلق نہیں، کسی کے مال کی وجہ سے اس کو کال نہیں دی جا رہی۔ سب سے بڑی پہچان، سب سے بڑا تشخص ایمان ہے۔ دیکھو! تم ایمان لانے والے ہو، تمہارے ایمان نے تمہیں دوسری دنیا سے الگ کر دیا۔ اب تمہارے طرزِ عمل سے اس ایمان کو جھلکنا چاہیے۔ اَنۡفِقُوۡا ! اَنۡفِقُوۡا ! خرچ کرو! خرچ کرو! آخری چانس ہے، avail کر لو۔

آپ دیکھیں ایک سٹوڈنٹ ہے جس کا پیپر دینے کا آخری چانس ہے، اس کے بعد اسے چانس نہیں ملے گا۔ پہلے چانس میں ایک اسٹوڈنٹ conscious نہیں ہوتا لیکن بعد والوں میں ہو جاتا ہے۔ اس کو پتہ ہے کہ بعد میں موقع نہیں رہے گا۔ اگر وہ صاحبِ شعور ہے تو بہت conscious ہو گا۔ دیکھئے! دنیا میں جس کو آخری چانس کہا جاتا ہے وہ آخری نہیں ہوتا۔ ہر آخری چانس کے بعد پھر کوئی Beginning ہوتی ہے، End of the beginning، ہمیشہ یہ بات رہتی ہے، ایک چیز کا end ہے تو آگے کوئی beginning ہوتی ہے، انسان پھر اسے avail کر لیتا ہے۔ ایک طرف سے نہیں تو دوسری طرف سے پھر وہ فائدہ حاصل کر لیتا ہے لیکن اس زندگی کے ختم ہو جانے کے بعد پھر عمل کرنے کا کبھی چانس نہیں ملتا۔ یہی وقت ہے، یہی موقع ہے۔ اسی بات کی طرف ربّ توجہ لا رہا ہے کہ دیکھو! اس کے بعد یہ چانس کبھی نہیں آئے گا، پھر کبھی یہ زندگی نہیں ملے گی اور اپنی زندگیوں میں دیکھ لو کبھی کسی جانے والے کو دوبارہ آتے دیکھا ہو؟ اپنی پچھلی نسلوں کو دیکھیں جس نسل سے ہم تعلق رکھتے ہیں اس نسل کے سارے افراد کہاں ہیں؟ قبروں کی زینت بن گئے اور انسان اپنے لیے عبرت حاصل نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے کہ دیکھو! وہ دن جب حساب کتاب ہو گا، جب تمہارے اعمال اگر جنت میں پہنچانے والے ہوں گے تو تم جنت میں جاؤ گے اور

جب اگر تمہارے اعمال تمہیں جہنم میں پہنچانے والے ہوں گے تو تم جہنم میں جاؤ گے۔ بیچ میں فیصلے کو تبدیل کروانے والی نہ سفارش ہوگی، نہ دوستی، نہ کوئی تجارت کام آئے گی۔ لٰہذا ایمان کے بعد کفر کرنے والے نہ بن جاؤ۔

وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (254)

''اور انکار کرنے والے ہی ظالم ہیں''۔

یہاں انکار کا خصوصی angle کیا ہے؟ انفاق سے انکار کرنے والے۔ خرچ کرنے کے لیے جن کا دل آمادہ نہیں ہے، جو انفاق کے حکم پر ایمان نہیں لاتے۔ انکار کرنے والے ہی دراصل ظلم کرنے والے ہیں۔ انکار کس کا ہے؟ انفاق کا۔ اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے کا انکار ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انسان انکار کس گراؤنڈ پہ کرتا ہے؟ پہلی بات تو یہ ہے کہ انسان سمجھتا ہے کہ مال میرا ہے، اب میں جہاں چاہوں خرچ کرلوں۔ اللہ تعالیٰ نے کہا: تمہارا ہے ہی کب؟

مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ

''اس میں سے جو رزق ہم نے دیا ہے''۔

اندر ہی اندر اللہ تعالیٰ نے مائنڈ سیٹنگ کردی کہ رزق تو ہم نے تمہیں دیا ہے۔ تم کب مالک ہو؟ پھر انسان یہ چاہتا ہے کہ مستقبل کے لیے بچالوں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہارا خیال جس مستقبل تک کا ہے، اس کے بعد ایک بڑا مستقبل آنے والا ہے۔

قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ

''قبل اس کے کہ وہ دن آئے جس دن نہ دوستی کام آئے گی نہ سفارش''۔

وہ دن آجائے اس سے پہلے اپنے لیے کچھ کرلو، اس دن سے پہلے، اس دن کی ہولناکیوں سے بچنے کے لیے۔ اس دن اپنے خلاف فیصلہ ہوجانے سے روکنے کے لیے کچھ

کرلو! کچھ کرلو! اللہ تعالیٰ نے انفاق کا حکم دیتے ہوئے مائنڈ سیٹنگ کی ہے کہ مال تمہارا نہیں، مال ہمارا ہے اور دیکھو! مستقبل صرف دنیا کا نہیں، مستقبل وہ بڑا ہے، اس مستقبل کے لیے کرو۔ انسان ہمیشہ برے دنوں سے بچنے کے لیے مال بچا کر رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے انسان کی نفسیات کو deal کیا ہے کہ برے دن دنیا میں بھی آتے ہیں لیکن بھولتے کیوں ہو؟ پھر جب برے دن شروع ہوں گے تو کبھی ختم ہی نہیں ہوں گے۔ دنیا میں تو اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ہے کہ 'تنگیوں کے ساتھ آسانیاں ہیں'۔ وہاں پر اگر ایک بار تنگی آ گئی تو پھر ایک تنگی کے ساتھ اور کئی تنگیاں ہیں۔ پھر کبھی وہ تنگی ختم نہیں ہوگی اس لیے آج اپنی آسانیوں کے لیے کوشش کرلو۔

وَعَنْ اَبِی بَرْزَةَ نَضْلَةَ بنِ عُبَيْدِ الْاَسْلَمِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم : لَا تَزُولُ قَدَمَا عَبْدٍ (يَوْمَ الْقِيَامَةِ) حَتَّى يُسْأَلَ عَنْ عُمْرِهِ فِيمَا اَفْنَاهُ وَعَنْ عِلْمِهِ فِيمَا فَعَلَ وَعَنْ مَّالِهِ مِنْ اَيْنَ اكْتَسَبَهُ وَفِيمَا اَنْفَقَهُ وَعَنْ جِسْمِهِ فِيمَا اَبْلَاهُ (جامع ترمذی: 2417)

حضرت ابو برزہ نضلہ بن عبید اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت والے دن کسی بندے کے قدم نہیں ہٹیں گے (یعنی بارگاہ الٰہی سے جانے کی اجازت نہیں ہوگی) یہاں تک کہ اس سے (پانچ چیزوں کی بابت) نہ پوچھ لیا جائے: اس کی عمر کے متعلق کہ اس نے اسے کن کاموں میں ختم کیا؟ اس کے علم کے متعلق کہ اسے اس نے کن چیزوں میں خرچ کیا؟ اس کے مال کے بارے میں اس نے اسے کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ اور اس کے جسم کے بارے میں کہ کن چیزوں میں اسے بوسیدہ کیا (کھپایا)؟''

اس روایت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ رزق کے راستے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے یہ یہ طریقے بتائے ہیں۔ایک تو انسان کے پاس جو عمر ہے وہ خرچ ہورہی ہے چاہیں یا نہ چاہیں۔دوسری چیز جو انسان حاصل کرتا ہے وہ علم ہے تو علم بھی چاہیں یا نہ چاہیں خرچ ہو رہا ہے اور تیسری چیز مال ہے۔مال کہاں سے کمایا؟ آیا کہاں سے اور خرچ کہاں کیا؟اور چوتھی چیز ہے ایک انسان کا گزرتا ہوا وقت۔کہاں کہاں کھپا دیا انسان نے؟تو اللہ تعالیٰ کے دربار سے انسان کے قدم ہٹ نہیں سکیں گے جب تک کہ وہ ان چیزوں کا جواب نہ دے دے کہ تم اپنی عمر اچھے کاموں میں گزار سکتے تھے، اپنی عمر اپنے ربّ کے نام لگا سکتے تھے۔کل انسان کو قیامت کے دن یہ خیال آئے گا کہ

؎ میری ساری زندگی کو بے ثمر اس نے کیا
عمر میری تھی مگر اس کو بسر اس نے کیا

کوئی ایک سوچ، کوئی ایک بات کوئی ایک خواہش انسان کو کس مقام تک لے جاتی ہے، انسان کی زندگی کیسے انسان کی خواہشات لے لیتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

اَنۡفِقُوۡا

''آپ خرچ کرو''۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آپ سے علم کے بارے میں بھی سوال ہوگا۔علم بھی اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا رزق ہے۔علم کو کن کن چیزوں میں خرچ کر دیا؟یعنی اس علم کی وجہ سے کیا مفید نتائج لیے؟اور علم کس source سے حاصل کیا؟ دینے والا تو اللہ تعالیٰ ہے، تم نے جو source اختیار کیا تمہیں اسی source سے ملے گا اور یہ بتاؤ کہ اسے کہاں کہاں خرچ کیا؟اور یہ بتاؤ جسم ہم نے تمہیں دیا تھا، اس کو کہاں کہاں پرانا کر دیا؟ دیکھیں !وقت گزر رہا ہے اور گزرنے والا وقت ہم سب کو پرانا کر رہا ہے، بوسیدہ کر رہا ہے۔کبھی آپ نے محسوس کیا ہو کہ انسان

بیٹھتے ہوئے، اٹھتے ہوئے تھکتا ہے جیسے جیسے اس کی عمر بڑھتی ہے تو یہ وقت کہاں لگ رہا ہے؟ جسم پر جو اثرات مرتب ہو رہے ہیں، آپ بچپن سے جوانی اور جوانی سے بڑھاپے کی طرف جا رہے ہیں، آپ زندگی کے آخری مراحل میں ہیں۔ یہ شکل جو بن گئی، یہ موقع جو انسان کو ملا، پیچھے مڑ کے انسان دیکھے تو پتہ چلتا ہے کہ کتنے برس بیت گئے، زندگی کہاں کہاں لگا دی! کیسی کیسی مصروفیات تھیں! جسم پر اس کے اثرات مرتب ہوئے، ان اثرات کا حساب کتاب ہونا ہے، کیا لے کے جائیں ربّ کے دربار میں؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَنۡفِقُوۡا

''خرچ کرو''۔

قرآنِ پاک میں ربّ العزت فرماتے ہیں:

اِنَّ الۡحَسَنَاتِ يُذۡهِبۡنَ السَّيِّاٰت (ھود:114)

''یقیناً نیکیاں برائیوں کو لے جاتی ہیں''۔

یہ انسان کے حق میں شر ہے کہ انسان وقت ضائع کرتا رہے۔ اُس نے اپنی عمر برباد کر دی، جوانی برباد کر دی، اپنا مال برباد کر دیا۔ اب اس کا مداوا ہے، انفاق کرو، اللہ تعالیٰ کی راہ میں کچھ لگا دو۔ یہ لگایا ہوا کام آئے گا۔ وقت لگاؤ گے کام آئے گا، صلاحیت لگاؤ گے کام آئے گی، مال لگاؤ گے کام آئے گا۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

كُلُّ امۡرِئٍ فِىۡ ظِلِّ صَدَقَتِهٖ حَتّٰى يُقۡضٰى بَيۡنَ النَّاسِ (مستدرک حاکم)

''جب تک لوگوں کے درمیان فیصلہ نہیں کر دیا جائے گا ہر شخص اپنے صدقے کے سائے تلے رہے گا''۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِئُ عَنْ اَهْلِهَا حَرَّ الْقُبُوْرِ وَاِنَّمَا يَسْتَظِلُّ الْمُؤْمِنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيْ ظِلِّ صَدَقَتِهِ (طبرانی)

''صدقہ اہلِ قبور سے گرمی کو ختم کرتا ہے اور مومن قیامت کے دن اپنے صدقے کے سائے تلے ہوگا''۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں رات کو نکلا تو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ تنہا چاندنی میں ٹہل رہے ہیں۔ میں سمجھا کہ شاید آپ ﷺ اس وقت تنہائی چاہتے ہیں اور کسی اور کا یہاں ہونا پسند نہ فرمائیں گے۔ چنانچہ اسی خیال سے میں سائے میں ہوگیا لیکن آپ ﷺ کی نگاہ پڑ گئی۔ پوچھا: کون ہے؟ عرض کیا: آپ ﷺ پر قربان ابوذر ہوں۔ آپ ﷺ نے مجھے ساتھ لے لیا اور تھوڑی دیر تک ٹہلتے رہے۔ پھر فرمایا:

''جو آج دولتمند ہیں وہی کل قیامت میں غریب ہوں گے لیکن وہ شخص کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے دولت دی اور وہ اس کو دائیں بائیں آگے پیچھے پھینک دے اور اس میں نیکی کے کام کرے''۔ (سیرت النبی ﷺ از شبلی نعمانی: 362/3)

رسول اللہ ﷺ کی ذاتی زندگی میں اگر دیکھیں تو آپ ﷺ اس سلسلے میں بے مثال نظر آتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''اے ابوذر رضی اللہ عنہ! مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو اور تیسرے دن تک اس میں سے ایک اشرفی بھی میرے پاس رہ جائے مگر یہ کہ کسی قرض کے ادا کرنے تک رکھ چھوڑوں۔ میں کہوں گا کہ اس کو خدا کے بندوں میں سے ایسے ایسے دائیں بائیں آگے پیچھے بانٹ دو''۔

پھر فرمایا: ''ہاں جن کے پاس یہاں زیادہ ہے، ان ہی کے پاس وہاں قیامت میں کم ہوگا لیکن یہ کہ وہ کہے کہ ایسے ایسے دائیں بائیں آگے پیچھے

بانٹ دو''۔(سیرت النبی ﷺ ،از علامہ سید سلیمان ندوی:351/6)

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : اَیُّکُمْ مَالُ وَارِثِہٖ اَحَبُّ اِلَیْہِ مِنْ مَّالِہٖ ؟ قَالُوْا : یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ ! مَا مِنَّا اَحَدٌ اِلَّا مَالُہٗ اَحَبُّ اِلَیْہِ قَالَ : فَاِنَّ مَالَہٗ مَا قَدَّمَ وَمَالَ وَارِثِہٖ مَا اَخَّرَ .(بخاری: 6442)

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''تم میں سے کون ہے جسے اپنے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ محبوب ہو''؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا:''یارسول اللہ ﷺ ! ہم میں سے ہر شخص کو اپنا مال ہی سب سے زیادہ محبوب ہے''۔آپ ﷺ نے فرمایا:''پس انسان کا مال تو وہی ہے جو اس نے (صدقہ وخیرات) کر کے آگے بھیجا اور اس کے وارث کا مال وہ ہے جو وہ پیچھے چھوڑ گیا''۔

عَنْ عَدِیِّ بْنِ حَاتِمٍ رضی اللہ عنہ قَالَ : سَمِعْتُ النَّبِیَّ ﷺ یَقُوْلُ : اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَۃٍ (بخاری: 6023)

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:''تم آگ سے بچو اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے (کے صدقے) کے ساتھ ہی۔''

اس سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ صدقہ کرنے کی کیسے ترغیب دلاتے تھے! جو ہے وہ دے دو، کل کام آئے گا۔

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ : مَنْ أَنْفَقَ زَوْجَیْنِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ دَعَاہُ خَزَنَۃُ الْجَنَّۃِ کُلُّ خَزَنَۃِ بَابٍ : أَیْ فُلُ هَلُمَّ . قَالَ

أَبُوبَكْرٍ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ ! ذَاكَ الَّذِيْ لَا تَوَى عَلَيْهِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : اِنِّيْ لَأَرْجُوْ أَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ .(صحيح بخاری: 2841)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ”جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے راستے (کسی چیز کا) میں ایک جوڑا خرچ کیا تو اسے جنت کے داروغہ بلائیں گے۔ جنت کے ہر دروازے کا داروغہ (اپنی طرف) بلائے گا کہ اے فلاں! اس دروازے سے آ“۔ اس پر ابوبکر رضی اللہ عنہ بولے: ”یا رسول اللہ ﷺ! پھر اس شخص کو کوئی خوف نہیں رہے گا“۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”مجھے امید ہے کہ تم بھی انہی میں سے ہوگے“۔

ایک دفعہ حضور ﷺ نماز کے لیے کھڑے ہوئے۔ تکبیر ہو چکی تھی لیکن آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو وہیں چھوڑ کر گھر تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد آئے اور نماز پڑھائی۔ کسی نے اس بے وقت گھر جانے کی وجہ پوچھی تو فرمایا: گھر میں ایک سونے کا ٹکڑا پڑا رہ گیا تھا۔ میں نے خیال کیا کہ ایسا نہ ہو وہ گھر میں پڑا رہے اور میں چل بسوں“۔ (بخاری:851)

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ : جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ! أَيُّ الصَّدَقَةِ أَعْظَمُ أَجْرًا ؟ قَالَ : أَنْ تَصَدَّقَ وَأَنْتَ صَحِيْحٌ شَحِيْحٌ تَخْشَى الْفَقْرَ وَتَأْمُلُ الْغِنَىٰ وَلَا تُمْهِلُ حَتَّىٰ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ قُلْتَ : لِفُلَانٍ كَذَا وَلِفُلَانٍ كَذَا وَقَدْ كَانَ لِفُلَانٍ (صحيح بخاری: 1419)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا اور سوال کیا: ”یارسول اللہ ﷺ! کون سا صدقہ اجر کے اعتبار سے بڑا

ہے''؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تیرا اس وقت صدقہ کرنا جبکہ تو صحیح (تندرست وتوانا) ہو، مال کی حرص دل میں ہو، (خرچ کرنے سے) تجھے فقر کا اندیشہ (اور اپنے پاس جمع رکھنے سے) تونگری کی امید ہو اور تو صدقہ کرنے میں تاخیر نہ کر یہاں تک کہ جب روح گلے تک پہنچ جائے تو تو کہے: فلاں کے لیے اتنا، فلاں کے لیے اتنا جبکہ وہ فلاں (وارث) کا ہو چکا''۔

یہاں سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ صدقہ کرنا انسان کے لیے کتنا اہم ہے! دل جس وقت گھٹ رہا ہو، وہ وقت ہے صدقہ کرنے کا۔ مٹھی کھولیں گے تو دل بھی کھل جائے گا، شرحِ صدر بھی نصیب ہو جائے گا اور اسلام سمجھ میں آنا بھی شروع ہو جائے گا۔ یہاں ایک خاص بات ہے:

وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (254)

''کفر کرنے والے ہی ظالم ہیں''۔

بڑی بات ہے اس کے اندر۔ ایک تو بات ہم نے دیکھی کہ اس حکم کا انکار کرنے والے ظالم ہیں۔ اس کا ایک اور angle بھی ہے۔ صدقہ کرنے کی ضرورت کیوں ہے؟ انفاق کرنے کا مقصد کیا ہے؟ دنیا سے ظالمانہ نظام کو ختم کرنا اور کافروں نے ظلم بہت زیادہ بڑھا رکھا ہے۔ اس لیے اس ظلم کو ختم کرنے کے لیے جہاد ناگزیر ہے تو صدقہ بھی ناگزیر ہے۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر ظلم کیا ہے جس کو ختم کرنے کے لیے صدقہ کرنا ضروری ہے؟

اللہ تعالیٰ کے راستے پر نہ آنا ظلم ہے۔
اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو قبول نہ کرنا ظلم ہے۔
دوسروں کو ہدایت کے راستے سے روکنا ظلم ہے۔
دوسروں کو بھلائی کی طرف نہ پہنچنے دینا یہ ظلم ہے۔

آپ دیکھئے کہ کوئی ہدایت کے راستے پر کیوں نہیں آتا؟ یا کون سی چیزیں ہیں جو ہدایت کے راستے پر پہنچنے نہیں دیتیں؟ بعض اوقات مالی مجبوریاں انسان کو ہدایت کے راستے کی طرف آنے نہیں دیتیں۔ مثال کے طور پر کسی کے دل میں شدید خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام سیکھوں لیکن وسائل اجازت نہیں دیتے، نہ سفر کر کے آنے کی، نہ کتابیں خریدنے کی، نہ پھر اس کے لیے وقت لگانے کی کیونکہ فقر اتنا ہے کہ اس کے لیے جو وقت لگنا چاہیے وہ ذاتی ضروریات کو پورا کرنے میں لگ جاتا ہے۔ ایسی صورت میں جب مال والے مال روک لیتے ہیں تو اس کی وجہ سے لوگوں کے لیے بھلائی کو روک لیتے ہیں، ہدایت کو بھی روک لیتے ہیں۔ وہ مال ان کے کھانے پینے پہ لگے، لباس پہ لگے، بچوں کی خواہشات پہ لگے، دراصل وہ مال کسی کو دین سے روکنے کے لیے لگ رہا ہے۔

بات اہم ہے۔ دنیا میں یہ ظلم کتنا عام ہے! مال والے مال کو اپنا حق سمجھتے ہیں، قبر کے اندر اترتے ہیں تو اپنا حق ساتھ نہیں لے کر جا سکتے۔ کیوں؟ اللہ تعالیٰ نے مال کو اسی دنیا تک محدود رکھا ہے۔ یہ مال اسی دنیا میں استعمال کرنے کی ضرورت ہے لیکن یہ مال فقط دنیا کا فائدہ دے کر مٹی بھی ہو سکتا ہے اور آخرت کے لیے لگا کر انسان اس کو اپنے لیے ہیروں اور جواہرات سے بھی زیادہ قیمتی بنا سکتا ہے۔ اس دنیا میں مال والے ظلم کرتے ہیں۔ اپنے مال کو ہدایت کے راستے کھولنے کے لیے نہ لگا کر، لوگوں کے لیے انتظام نہیں کرتے۔ کتنی عجیب بات ہے کہ انسان اپنے لیے محلات تعمیر کر لیں اور اللہ تعالیٰ کے دین کی طرف بلانے کے لیے، اس راستے پر لانے کے لیے مٹھی بند کر لیں!

کسی نے کہا کہ اتنے بڑے گھر کی کیا ضرورت ہے؟ (جہاں پر آ کر لوگ اللہ تعالیٰ کا دین سیکھتے ہیں) کوئی چھوٹا سا گھر لے لیں کیونکہ اس گھر کا کرایہ بہت دینا پڑتا ہے تو مجھے محسوس ہوا کہ یہ کم فہمی ہے۔ جہاں پر چار افراد نے رہنا ہے وہاں آپ چار افراد کے لیے سولہ

کمرے بنوالیں اور جہاں پر چار سوافراد نے آنا ہے وہاں آپ کہیں کہ چار کمرے بھی بہت ہیں، تھوڑا ہونا چاہیے، تھوڑے میں گزارا ہوسکتا ہے۔ یہ جو انسان کے اندر اس کی عقل ہے ناں! یہ بڑی عیار ہے، اسے راستے دکھاتی ہے کیونکہ پیچھے شیطان لگا ہوا ہے اور شیطان انسان کو اس طرح تیار کرتا ہے، convince کرتا ہے اور انسان یہ سمجھتا ہے کہ یہی عقل کی، فہم کی بات ہے حالانکہ یہ ربّ کے راستے سے روکنے کی بات ہے، ہدایت کے راستے میں دیواریں کھڑی کرنے کی بات ہے۔ یہاں پر ایک بات ہم نے دیکھی:

وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (254)

"اور کافر ہی ظالم ہیں"۔

اس بات کا دوسرا angle بھی ہے۔ مثال کے طور پر گھر گھر میں یہ کشمکش جاری ہے، کوئی بچی اگر کلام اللہ سیکھنا چاہتی ہے، اللہ تعالیٰ کے راستے پہ چلنا چاہتی ہے، اللہ تعالیٰ کے لیے اپنا وقت، اپنی صلاحیت، اپنی زندگی لگانا چاہتی ہے تو اس کی ماں اجازت ہی نہیں دیتی کہ اگر تم نے سیکھا تو تمہارا رشتہ کیسے ہوگا؟ کوئی باپ اپنے بچے کو نہیں سیکھنے دیتا کہ تم مُلاّ بن جاؤ گے تو ہماری تو دنیا میں ناک کٹ جائے گی، اسی طرح کوئی شوہر اپنی بیوی کے بارے میں نہیں چاہتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دین سیکھے۔ اب ایسی صورت میں مال لگانے کی ضرورت ہے یا کچھ اور؟ یہ دیکھنا ضروری ہے۔ ایسی صورت میں صلاحیت لگانے کی ضرورت ہے کہ ایسے لوگ اٹھ کھڑے ہوں جو اللہ تعالیٰ کی مدد کریں گے، اللہ تعالیٰ کے مددگار بن کے وہاں تک پہنچیں گے اور ان لوگوں کو زندگی کی حقیقت سمجھائیں گے، شعور دیں گے۔ یوں انسان اگر اپنی صلاحیت لگاتا ہے، وقت لگاتا ہے تو ہدایت کے دروازے کھلتے ہیں، جتنا کوئی کوشش کرے اتنا ہی راستہ کھل جاتا ہے۔ اب آپ یہ دیکھئے کہ بہت سارے ایسے انسان ہیں جو انسانوں تک پہنچ سکتے ہیں، انہیں ہدایت کے راستے تک لا سکتے ہیں لیکن ان کی movement

کے لیے بھی پھر مالی وسائل کی کمی رکاوٹ ہے۔لہٰذا جو وقت لگانے کے لیے تیار ہے اس کے پاس مال موجود نہیں ہے، جو صلاحیت لگانے کے لیے تیار ہے ممکن ہے کہ اس کے پاس اتنا وقت نہ ہو کہ اپنی ذاتی ضروریات کے لیے لگایا جانے والا وقت وہ اس کام کے لیے لگائے تو کتنی بڑی پلاننگ کی ضرورت ہے ہدایت کے راستے کھولنے کے لیے!

اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی ذاتی زندگی کے حوالے سے ہمارے سامنے مثال پیش کی کہ آپ ﷺ کے سامنے آنے والا مال ٹھہرتا نہیں تھا۔آپ ﷺ کو فکر لاحق ہوجاتی تھی کہ اسے فوراً استعمال کرلینا چاہیے کیونکہ اس کی وجہ سے ہدایت کے راستے کھلنے والے ہیں۔ آپ یہ دیکھئے کہ انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے بھی جو کام کیے جاتے ہیں، انسانوں سے ہمدردی کے لیے، ان کی غربت کو دور کرنے کے لیے، ان کی مدد کے لیے تو وہ بھی ہدایت کے بغیر ممکن نہیں ہیں کہ راستے کھولنے کے لیے انسان تیار ہوسکے۔دنیا میں charity کے کام بہت سے لوگ کرتے ہیں، مقاصد اپنے اپنے ہوتے ہیں، ایجنڈا اپنا اپنا ہوتا ہے۔ مومن بے غرض خدمت کرتا ہے اور اس کا اجر اپنے ربّ سے پانا چاہتا ہے۔اللہ تعالیٰ کی رہنمائی کی ضرورت تو ہے انسان کو لیکن اس رہنمائی کے لیے، اس کو پھیلانے کے لیے، اس کی تعلیم دینے کے لیے، اس کی ترویج و اشاعت کے لیے مال کی ضرورت تو ہے۔اب یہ مال کسی بھی ضرورت کے لیے لگے لیکن بہرحال اس سے جو دروازہ کھلے گا اس کے پار ہدایت ہے۔یہ ہدایت کا دروازہ کھولنے والا معاملہ ہے اور جو اس door پر داروغہ بن کے کھڑا ہوجاتا ہے، وہی دراصل ہدایت کے راستے کی رکاوٹ ہے، وہی دراصل ایک طرف انفاق کا انکار کررہا ہے اور دوسری طرف ہدایت کے راستے تک دوسروں کو پہنچنے نہیں دے رہا۔یہ ظلم ہے اور یہ ظلم کون کون لوگ کیسے کیسے کرتے ہیں؟ ہدایت کا راستہ روکنے کے لیے یہ ظلم کس کس اعتبار سے ہوتا ہے؟

ایک ہدایت کا دشمن، وحی کا دشمن یہ سمجھتا ہے کہ کہیں اگر لوگوں کے دل و دماغ کے اندر یہ بات اتر گئی تو اس کی وجہ سے ایک ایسا Committed گروہ وجود میں آجائے گا جو ہمارے لیے خطرہ ہوگا۔لہٰذا وہ اس بات سے دشمنی رکھتے ہیں کہ کہیں لوگوں کے دل و دماغ کے اندر ایمان کی حقیقت روشن نہ ہو جائے۔ ایمان کی حقیقت کلام سے روشن ہوتی ہے اس لیے کلام کے راستے کی رکاوٹیں ہیں۔ آج بھی دنیا میں دیکھئے جتنی بھی کوشش اس کلام کے حوالے سے ہو رہی ہے، کسی اور حوالے سے نہیں ہو رہیں۔ مثلاً کلام کو تبدیل کرنا تو انسانوں کے لیے ممکن نہیں لیکن اس کے باوجود ایسا کلام بنانے کی کوشش کی گئی ہے جس میں قرآنِ حکیم کی بھی کچھ نہ کچھ چیزوں کو شامل کیا گیا، بائیبل اور اسی طرح کچھ اور مذاہب کے material کا ایک ملغوبہ سا تیار کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور آپ یہ دیکھیں کہ اس دبئی سے شائع ہونے والی کتاب کے اثرات اب ان لوگوں پر مرتب ہونا شروع ہو رہے ہیں جو اپنی کتاب کو تو نہیں پڑھتے لیکن ایسی کتابوں کو اس شوق کی خاطر ضرور پڑھتے ہیں کہ دیکھیں تو سہی بھلا لوگ کیا کہتے ہیں؟ بھئی یہ تو دیکھو کہ ربّ کیا کہتا ہے؟ ربّ کی بات کو پالینا ہدایت ہے اور اس راستے کو چھوڑ دینا ہی تو گمراہی ہے۔

ظالم اس بات کے دشمن ہیں کہ ایمان والا انظام ہماری زندگیوں میں جاری وساری ہو جائے اور جو لوگ اس بات کی کوشش کر رہے ہیں کہ شریعت ہمارے اجتماعی نظام میں نافذ نہ ہو، کیا ایسے ظالم ہمارے دور میں پائے جاتے ہیں جو شریعت کے راستے میں رکاوٹ ہیں؟ جو دین سیکھنے کے راستے کی رکاوٹ ہیں؟ ایسے لوگ انسانیت کے بدترین دشمن اور بڑے ظالم ہیں۔ ایسے ہی ظالموں کے مقابلے میں انفاق کرنے کا حکم دیا گیا کہ انسانوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے بھٹکانے کے لیے جتنی کوششیں ہو رہی ہیں وہ بہت بڑے پیمانے پر ہیں۔ آپ کیا محسوس کرتے ہیں کہ میڈیا کے توسط سے انسانوں کے ذہن کو Capture

کرنے کے لیے جو کوششیں کی جارہی ہیں اس کے لیے کوئی مال نہیں لگتا؟ اس کے لیے سب سے بڑھ کر مال خرچ ہوتا ہے جس کی وجہ سے انسانوں کو خود پتہ نہیں لگتا کہ ذہنی تبدیلی کیسے ممکن ہوئی؟ دل کیسے بدل گئے؟ جب سب کے ذہن بدل جاتے ہیں تو نظام کی تبدیلی بھی ممکن ہو جاتی ہے چاہے وہ بدی کا نظام ہو چاہے بھلائی کا نظام ہو۔

آپ دیکھیں ذہن ہمارے ہوں اور Capture کس نے کیے؟ ذہنوں میں حق بات، ربّ کی بات، ہدایت کی بات کا آنا کتنا زیادہ مشکل ہو گیا! جو لوگ اللہ تعالیٰ کے راستے سے بھٹکاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے نظام پر چلنے سے روکتے ہیں، وہی لوگ ظالم ہیں، انسانیت پر ظلم کر رہے ہیں۔ ساری انسانیت کا فرض ہے کہ ایسے لوگوں کے مقابلے میں اپنی جانیں، اپنے مال پیش کریں، مالی قربانیاں دیں تاکہ ایسی جماعت اٹھ کھڑی ہو جو انسانوں کو ربّ کے راستے کی طرف دعوت دے اور پھر ہدایت کا سلسلہ عام ہو، پھر نظام بدل جائیں۔ نظاموں کی تبدیلی انسانوں کی تبدیلی سے ممکن ہوا کرتی ہے، baseline پہ ذہن بدلنے کا کام ہی ہوا کرتا ہے اور یہ کام ہر دور میں اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء علیہم السلام کے توسط سے لیا ہے، اللہ والوں کے توسط سے لیا ہے۔ ہمیشہ اللہ تعالیٰ نے call دی ہے:

كُونُوٓا اَنۡصَارُ اللّٰهِ (الصف: 14)

”اللہ تعالیٰ کے مددگار بن جاؤ“۔

جو لوگ اٹھ کھڑے ہوں ان کا مالی طور پر، صلاحیت کے اعتبار سے، وقت لگا کر ساتھ دینا، یہ دراصل ربّ کا ساتھ دینا ہے، ربّ کے نظام کا ساتھ دینا ہے، ہدایت کو پروان چڑھانا ہے اور کفر کا راستہ روکنا ہے، ظلم کا راستہ روکنا ہے۔ یہی انسانیت کی خدمت ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنۡفِقُوۡا مِمَّا رَزَقۡنٰكُمۡ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّاۡتِىَ يَوۡمٌ لَّا بَيۡعٌ

فِيهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ط وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (254)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! خرچ کرو اس میں سے جو ہم نے تمہیں رزق دیا ہے اس سے پہلے کہ وہ دن آجائے جس میں نہ خرید وفروخت ہوگی نہ تجارت اور نہ سفارش کام آئے گی اور انکار کرنے والے ہی ظالم ہیں''۔

اب کفر کرنے والے جب ظالم ہیں تو ایمان لانے والوں کو کافروں کے مقابلے میں کوششیں کرنی ہیں، اس effort کے لیے جانی اور مالی قربانیاں دینی ہیں انشاءاللہ تعالیٰ۔

(سی ڈی سے تدوین)